Academic Discipline for Quranic Higher Education

تخصص علوم و حکمت قرآن کے لیے مقرر نصاب کے مطابق

غیر متبدل قوانینِ قرآن

قانون ہدایت و ضلالت

الاستاذ: ابوالفضل نور احمد سندھی

ناشر

حکمت قرآن انسٹیٹیوٹ

جامع مسجد ربانی، ہائی وے کالونی، سیکٹر C-18، اسکیم-33، نزد جمالی پُل، M-9 موٹروے، کراچی

فون: 0313-2707097

www.hikmatequran.org hikmatequran@gmail.com Hikmat-e-Quran Institute

ہدایت کے معنی رہنمائی کرنے، راہ دکھانے اور راہ پر لگا دینے کے ہیں۔ کائنات کی تمام چیزیں ہدایت کردہ ہیں۔ لیکن انسان اور دیگر مخلوقات میں ہدایت کرنے یا راہ پر لگا دینے کا فرق ہے۔ انسان کے لیے سمع و بصر، عقل و شعور اور آزاد ارادہ کے درجہ میں ہدایت کا مزید انتظام ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اپنے تخلیقی پروگرام کے چار درجے بتائے ہیں:

الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ۪ۙ﴿۲﴾ وَ الَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ۪ۙ﴿۳﴾ (الاعلیٰ:۳-۲)

”وہی ہے جس نے ہر شے کی تخلیق کی ابتدا کی، پھر اس میں تناسب و توازن پیدا کیا، پھر اس میں پیمانے (قوانین) مقرر کیے اور ان کی طرف ہدایت کی رہنمائی کر دی۔“

اسی ہدایت کے بندوبست کی قرآن حکیم نے کچھ تصریحات اس طرح بتائی ہیں:

رَبُّنَا الَّذِیْۤ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ﴿۵۰﴾ (طٰہٰ:۵۰)

”اللہ وہ ہے جس نے ہر شے کو پیدا کیا اور پھر (زندگی و عمل کی) ہدایت کر دی۔“

قُلْ اِنَّ الْهُدٰی هُدَی اللّٰهِ ۙ (آل عمران:۷۳)

”ان سے کہہ دو کہ ہدایت وہی ہدایت ہے جو اللہ کی طرف سے ملے۔“

اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰی ۟ۖ﴿۱۲﴾ (اللیل:۱۲) ”یقیناً ہدایت دنیا ہماری ذمہ داری ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق میں اس کی ہدایت کے چار بندوبست کیے ہیں۔ سب سے پہلی ہدایت انسان کو فطرت و وجدان کی عطا ہوئی۔ دوسری ہدایت وَ عَلَّمَ اٰدَمَ

الۡاَسۡمَآءَ کی عطا ہوئی۔ تیسری ہدایت عقل و شعور کی عطا ہوئی۔ پھر جب ہبوطِ آدم ہوا تو اس وقت یہ کہا گیا کہ:

فَاِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ مِّنِّیۡ ہُدًی (البقرہ:۳۸)

"تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے گی۔"

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آخر الذکر ہدایت وحی کے ذریعے ان کے پیغمبروں کی وساطت سے انسانوں تک پہنچتی ہے۔ اس کی یہ ہدایت ان قوانین کی روشنی میں ہی آتی ہے جو قوانین انسانوں کی تخلیق اور تسویہ کے بعد ان کے لیے مقرر ہوتے ہیں جس کو وَالَّذِیۡ قَدَّرَ فَهَدٰی ۝ بتایا گیا ہے۔ انسانوں کو یہ ہدایت ان قوانین کی روشنی میں ہی عطا ہوتی ہے۔ انسان کو جو مستقل اقدار عطا ہوئے ہیں تو ان کے نتائج بھی ان ہی قوانین کی رو سے مرتب ہوتے ہیں۔

ہدایت کون لوگ حاصل کر سکتے ہیں؟

انسان ایک مجبور محض مخلوق نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے آزاد رائے کے انتخاب کا اختیار حاصل ہے جسے "امانۃ" کا نام دیا گیا ہے۔ اس حق کی رو سے انسان کو اس بات کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی ہدایت کے مطابق زندگی گذارے اور چاہے تو انحراف کی زندگی کے لیے اپنے پسند کی دوسری راہیں اختیار کر لے۔ انسان کو پہلے ہدایت کے جو تین بندوبست عطا ہوئے ہیں ان کی روشنی میں فطرت کی آواز اور علم و عقل کی روشنی میں اس پر وہ غور کر لے کہ اس کے خالق نے اس کو کائنات کی ایک عام سی مخلوق نہیں بنایا بلکہ ایک باقاعدہ پروگرام کے تحت اس کی تخلیق ہوئی ہے اور اس کا تسویہ ہوا ہے یعنی اس کو سمع و بصر اور شعور و

جذبات سے سنوارا گیا ہے۔ اس کو مستقل اقدار عطا ہوئے ہیں اور ان مستقل اقدار کے لیے قوانین بنا کر اُس کی جزا و سزا کے نتائج مقرر ہوئے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے ایک خارجی ہدایت کا وحی کی تعلیم کے ذریعے بہت بڑا بندوبست بھی کیا ہے۔ وحی کی تعلیم پھر بھی یہ تمام چیزیں غور و فکر کے لیے اس کے سامنے رکھی گئی ہیں جن کو سامنے رکھ کر اگر اس کا قلب و دماغ مطمئن ہو کہ وہ ہدایت حقیقت اور صداقت پر مبنی ہے تو اسے اپنے لیے وہ بطورِ ضابطۂ حیات منتخب کرلے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ہدایت حاصل کرنے کے لیے اولین شرط اس پر یہ ایمان لانا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے تخلیقی پروگرام کا حصہ ہوں اس لیے اس کی ہدایت کے بندوبست سے باہر نہیں ہوں۔ اس بات کو قرآن حکیم نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے:

يَهۡدِيهِمۡ رَبُّهُم بِإِيمَٰنِهِمۡۖ (یونس:۹)

"ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے ان کے لیے ہدایت کے دروازے کھولتا ہے۔"

اسی ایمان ویقین قائم ہونے کے لازمی نتیجہ میں وہ متوازن زندگی جینا چاہتا ہو۔ ہدایت کے لئے یہ اس کی دوسری شرط ہے۔ یعنی آدمی خود کو حاصل فطرت کی آواز اور علم و عقل اور ایمان کی روشنی میں آدمیت کے تقاضوں کے ساتھ جینے کا ارادہ و عزم رکھتا ہو، وہ آنکھیں بند کر کے خاردار راہ پر چلنے کا روادار نہ ہو، بلکہ وہ عدل اور توازن کی زندگی جینا چاہتا ہو۔ اور وہ اپنے لئے منتخب اور متعین منزل کی طرف چلتے ہوئے خطرناک گھاٹیوں اور خاردار راستوں سے بچ کر چلنا چاہتا ہو تو ایسے متوازن اور محتاط لوگوں کو قرآن کی زبان میں متقی کہا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے لوگوں کے لیے ہدایت ملنے کا قانون ہے۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٢﴾ (البقرہ:۲) ”ہدایت متقیوں کے لیے ہے۔“

سورۃ الانعام میں سلامتی اور ہدایت والی زندگی کے لیے اللہ تعالیٰ نے واضح قانون بتایا ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٨٢﴾

(آیت:۸۲)

”جو لوگ ایمان لائیں اور اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہ کریں تو ان کے لیے امن وسلامتی کی زندگی ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہونگے۔“

سورۃ البقرہ میں ہے کہ ہدایت کی راہ ایمان لانے اور طاغوت کا انکار کرنے سے کھلتی ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ (آیت:۲۵۶)

”دین کے بارے میں کسی طرح کا جبر نہیں (کیوں کہ وہ دل کے اعتقاد سے تعلق رکھتا ہے) بلاشبہ ہدایت کی راہ گمراہی سے الگ اور نمایاں ہوگئی ہے۔ پھر جو کوئی بھی طاغوت سے انکار کرے (یعنی سرکشی اور فساد کی قوتوں سے بیزار ہو جائے) اور اللہ پر ایمان لائے تو بلاشبہ اس نے (فلاح وسعادت کی) مضبوط ٹہنی پکڑلی۔“

انسان جب ہدایت کے راستے پر چلنے کو اپنی ریت بنالے تو اس کے لیے مزید ہدایت کا اللہ تعالیٰ نے قانون یہ بتایا ہے کہ:

وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ۭ (مریم:۷۶)

”جو لوگ صحیح راستے پر چلتے ہیں اللہ ان کے لیے راستے اور کشادہ کر دیتا ہے۔“

سورۃ عنکبوت میں یہ قانون بتایا ہے کہ ہدایت انسان کی اپنی جدوجہد سے حاصل ہوتی ہے:

وَ الَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا ؕ (آیت:۶۹)

"جو لوگ ہمارے باب میں جدوجہد کرتے ہیں ہم ان کے سامنے ہدایت کے راستے کھولتے جاتے ہیں۔"

اس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ہدایت کا تعلق فِیۡنَا سے یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت سے، اور پھر اس معرفت کا ذریعہ اس کی بھیجی ہوئی وحی کی تعلیم ہے۔

کون لوگ ہدایت حاصل نہیں کر سکتے

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے ہدایت کا بندوبست کر دیا ہے لیکن انسان کو اس نے چونکہ آزاد ارادہ اور اختیار کی مخلوق بنایا تو یہ اس کے اوپر منحصر کر دیا کہ ہدایت یا گمراہی کے دو راستوں میں سے انتخاب کرے۔

وَ هَدَیۡنٰهُ النَّجۡدَیۡنِ ﴿۱۰﴾ (البلد:۱۰)

"اس کے لیے ہم نے دو راستے کھول دیے۔"

اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوۡرًا ﴿۳﴾ (الدہر:۳)

"وہ فرمانبرداری کا راستہ اختیار کرے یا نافرمانی کا۔"

ہدایت کے بندوبست کے باوجود وہ کون لوگ ہیں جو ہدایت حاصل نہیں کر سکتے، قرآن حکیم نے ایسے لوگوں کی نشاندہی کر دی ہے۔ ارشاد ہوا ہے:

اَفَاَنۡتَ تَهۡدِی الۡعُمۡیَ وَ لَوۡ کَانُوۡا لَا یُبۡصِرُوۡنَ ﴿۴۳﴾ (یونس:۴۳)

"اے رسول! کیا آپ ایسے شخص کی رہنمائی کر سکتے ہیں جو جان بوجھ کر آنکھیں

بند کر کے اندھا بن جائے۔"

وَ مَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ (النمل:۸۱)

"اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے بچا کر صحیح راہ پر لگا سکتے ہیں۔"

دوسری جگہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قوانین اور ضابطۂ زندگی کو سچا ہی نہ سمجھیں انہیں اللہ کس طرح سیدھا راستہ دکھادے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا یَهْدِیْهِمُ اللّٰهُ (النحل:۱۰۴)

"جو لوگ دیدہ دانستہ اللہ کی آیتوں (قوانین) پر یقین نہیں رکھتے اللہ انہیں کامیابی کی ہدایت والی راہ کبھی نہیں دکھاتا۔"

اللہ کی بتائی ہوئی سچائیوں سے خود بھی انکار کرنا اور دوسروں کو بھٹکانا بھی ضلالت کا سبب ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ﴿۱۶۷﴾ (النساء:۱۶۷)

"جو لوگ سچائی کے منکر ہوئے اور اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکا تو بلاشبہ سیدھے راستے سے بھٹک گئے اور ایسے بھٹکے کہ دور دراز راہوں میں گم ہوگئے۔"

قرآن حکیم کہتا ہے کہ اندھی تقلید بھی گمراہی کا سبب ہے:

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ﴿۷۷﴾ (المائدہ:۷۷)

"کہدو اے اہل کتاب اپنے دین میں حقیقت کے خلاف غلو نہ کرو (یعنی حد سے نہ گذر جاؤ) اور اس گروہ کے خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو تم سے پہلے گمراہ ہو چکا ہے اور حق کی سیدھی راہ اس پر گم ہو گئی تھی۔"

قرآن حکیم نے بتایا ہے کہ مشرک جو کبھی اللہ کے قوانین پر چلیں اور کبھی دوسروں کو کارساز بنا کر ان کے متبع بن جائیں، تو ایسے لوگوں کے لیے بھی ضلالت مقدر بن جاتی ہے:

وَ مَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا ﴿۱۱۶﴾ (النساء:۱۱۶)

"جس کسی نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو وہ بھٹک کر سیدھے راستے سے بہت دور جا پڑا۔"

اللہ تعالیٰ کے سرکش باغی طاغوت اور شیاطین کے مرید بھی اپنے لیے ضلالت کا انتخاب کرتے ہیں۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ یَزۡعُمُوۡنَ اَنَّہُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَحَاکَمُوۡۤا اِلَی الطَّاغُوۡتِ وَ قَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ یَّکۡفُرُوۡا بِہٖ ؕ وَ یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّضِلَّہُمۡ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا ﴿۶۰﴾ (النساء:۶۰)

"(اے پیغمبر!) کیا تم نے ان لوگوں کی حالت پر نظر نہیں کی (یعنی منافقوں کی حالت پر) جن کا دعویٰ یہ ہے کہ جو کچھ تم پر نازل ہوا ہے اور جو کچھ تم سے پہلے نازل ہو چکا ہے وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں لیکن (عمل کا حال یہ ہے کہ) چاہتے ہیں کہ اپنے جھگڑے قضیے طاغوتی ضوابط کی رو سے کرائے جائیں، حالانکہ انہیں حکم دیا جا چکا ہے کہ اس سے انکار کریں۔ اصل یہ ہے کہ شیطان چاہتا ہے کہ انہیں اس طرح گمراہ کر دے کہ سیدھی راہ سے بہت دور جا پڑیں۔"

منافقین کے لیے بھی کہا گیا ہے کہ یہ کبھی راہِ راست پر نہیں آسکتے۔ اس لیے کہ ان کے دل میں ایمان کی محبت نہیں ہے۔ بلکہ دل میں کچھ اور ہے اور زبان پر کچھ اور

لہٰذا وہ ہمیشہ لڑکھڑاتا رہتا ہے۔ یہ کیفیت اس امر کا باعث بنتی ہے کہ اللہ اسے معاشرے میں رُسوا کر دیتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو وہ پہلے دن سے ہی ذلت و رسوائی کا شکار ہو جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ لوگوں کو مہلت دیتا ہے اور انہیں رسوا کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔ قرآنِ حکیم نے ان کی حالت یوں بیان کی ہے:

مُّذَبۡذَبِیۡنَ بَیۡنَ ذٰلِکَ ٭ لَاۤ اِلٰی هٰۤؤُلَآءِ وَ لَاۤ اِلٰی هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَ مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ سَبِیۡلًا ﴿۱۴۳﴾ (النساء:۱۴۳)

”جو لوگ کفر اور ایمان کے دریان متردد کھڑے ہیں (کہ ادھر رہیں یا اُدھر) نہ تو ان کی طرف ہیں نہ اِن کی طرف اور حقیقت یہ ہے کہ جس پر اللہ ہی راہ گم کر دے (یعنی اللہ کے ٹھہرائے ہوئے قانون ہدایت وضلالت کے بموجب سعادت کی راہ گم ہو جائے) تو پھر ممکن نہیں کہ تم اس کے لیے کوئی راہ نکال سکو۔“

ظلم ناانصافی اور حق تلفیاں کرنے والوں کے لیے بھی ہدایت کا قانون متحرک نہیں ہوتا۔

وَ اللّٰهُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۲۵۸﴾ (البقرہ:۲۵۸)

”اور اللہ ظالم گروہ کے لیے بھی ہدایت وکشاد کی راہیں نہیں کھولتا۔“

یہاں قَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ سے مراد ظالموں کا قبیل ہے اور ظالمین اس قبیل کی صفت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ہدایت عطانہ کرنے کی وجہ ان کا ظلم ہے۔

فسق بھی ظلم کی مانند ہدایت سے محرومی کا سبب ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

فَلَمَّا زَاغُوۡۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۵﴾ (الصف:۵)

”پھر جب وہ منحرف ہوگئے تو اللہ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا، اور اللہ فاسق لوگوں کی ہدایت نہیں کرتا۔“

تمام گمراہی کے باوجود واپس لوٹنے کی گنجائش موجود ہے

یہ تمام روش، طریقے اور راستے لوگ خود اپنے لیے منتخب کرتے ہیں۔ وہ اپنے ان طریقوں پر مست ہیں اور فرحت محسوس کرتے ہیں۔ اور وہ خود ہی اس غلط راستے پر اندھا دھند چلے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا طریقہ اور سنت یہ ہے کہ وہ افراد اور قوموں کو مہلت اور مواقع دیتے ہیں کہ وہ واپس لوٹیں:

ذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّ لَا شَفِيْعٌ ۚ (الانعام:۷۰)

”(اے پیغمبر!) آپ قرآن کے ذریعے انہیں اس امر کی یاد دہانی کرائے جائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی انسان اپنی بد عملی کی وجہ سے ہلاکت میں چھوڑ دیا جائے (کیونکہ اگر چھوڑ دیا گیا تو) اللہ کے سوا کوئی نہیں جو اس کا مددگار ہو یا اس کی شفاعت کر کے اسے بچالے۔“

جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے گمراہ کر دے

ہدایت اور ضلالت کے قوانین اللہ تعالیٰ نے بتا دیے ہیں جن کا ہم نے اوپر مطالعہ کیا۔ اس کی روشنی میں ہدایت اور ضلالت انسان کے اپنے اختیار میں ہے۔ یعنی جس کا جی چاہے سیدھا راستہ اختیار کرلے اور جس کا جی چاہے غلط راستے پر چلتا جائے۔ یہ حقیقت کھل کر ہمارے سامنے آچکی ہے کہ سیدھا راستہ اللہ تعالیٰ کے قانونِ مشیت کے مطابق اختیار کیا جاسکتا ہے۔ وہ اس طرح کہ انسان آنکھیں کھول کر چلے، عقل و بصیرت سے کام لے، سوچ سمجھ کر قدم اٹھائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے جو چار بندوبست اس کے

لیے کیے ہیں ان کی روشنی میں اچھائی اور برائی کی تمیز والی قوت سے کام لے۔ اپنے تجربات اور مشاہدات سے دیکھ لے کہ سیدھا راستہ کون سا ہے اور ٹیڑھا راستہ کون سا ہے۔ پھر عقل کی رہنمائی سے اچھائیوں اور خرابیوں کا موازنہ کرے، جہاں عقل کی سرحد ختم ہوتی ہو وہاں وحی کی روشنی میں ہدایت کی رہنمائی کو حاصل کرلے۔ یہ ہے وہ قانون مشیت جس کے مطابق انسان صحیح راستہ اختیار کر سکتا ہے۔ لیکن جو شخص عقل و فکر سے کام ہی نہ لینا چاہے۔ اور آنکھیں بند کیے اندھا دھند چلا جائے، تو پھر اس کے سامنے تاریکی چھا جاتی ہے۔ قرآن حکیم اس حقیقت کو بیان کرنے کے لیے کہتا ہے کہ جو اس طرح آنکھیں بند کرلے، وہ اندھا ہو جاتا ہے اور کبھی کہتا ہے کہ جو یوں آنکھیں بند کرلے اللہ اسے اندھا کر دیتا ہے۔ اور کبھی یوں کہ جسے اللہ اس طرح اندھا کر دے اسے کون روشنی دے سکتا ہے۔ حقیقت ایک ہی ہے اس کے اظہار کے مختلف انداز ہیں۔ یعنی ہر نتیجہ ہوتا ہے انسان کے اپنے اعمال کا۔ لیکن چونکہ ہر عمل کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے قانون مکافات کی رو سے مرتب ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اسے اپنی طرف منسوب کر لیتا ہے۔ اس کے بعد ہمارے لیے یہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر مہر کیسے لگاتے ہیں۔ کیونکہ وہ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ ہیں۔ "وہ بہرے، گونگے اور اندھے بن کر غلط راہوں پر چلے جاتے ہیں۔" اب کوئی مشفق رہنما انہیں لاکھ آوازیں دے کہ تم غلط راستے پر جا رہے ہو فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿١٨﴾ (البقرہ: ۱۸) "یہ مڑ کر دیکھنے والے ہی نہیں۔" جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کتاب ہدایت کو دیکھو، سمجھو، سوچو اور پھر راستے کا انتخاب کرو تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں سوچنے سمجھنے کی قطعاً ضرورت نہیں بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ (لقمٰن: ۲۱) "جس راستے پر ہمارے اسلاف (باپ دادا) چلتے رہے

ہیں، ہم اُسی راہ پر چلتے جائیں گے۔“

قرآن حکیم میں کئی مقامات پر یَھۡدِیۡ مَنۡ یَّشَاءُ۔ یَھۡدِیۡ مَنۡ یُّرِیۡدُ۔ تُضِلُّ بِھَا مَنۡ تَشَاءُ۔ یُضِلُّ اللّٰہُ مَنۡ یَّشَاءُ ایسی کئی آیات آئی ہیں۔ مَنۡ یَّشَاءُ کو ہم اللہ تعالیٰ کے قانونِ مشیت میں پڑھ چکے ہیں کہ اس کی مشیت قانون کی شکل میں موجود ہے۔ سیدھا راستہ بھی اللہ تعالیٰ کے اس قانون مشیت کے مطابق اختیار کیا جاسکتا ہے۔

وَ اللّٰہُ یَھۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۲۱۳﴾ (البقرہ:۲۱۳)

اللہ تعالیٰ کے اس قانون کو ہم اگر اس طرح پڑھیں کہ:

”جو شخص بھی ہدایت لینا چاہے اسے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی رو سے ہدایت مل جاتی ہے۔“

یہ ہدایت چونکہ اللہ تعالیٰ کے قانون مشیت کی رو سے ہے اس لیے یہ پڑھیں کہ:

”اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت کی سیدھی راہ دکھلا دیتا ہے۔“ دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ یعنی جو شخص اپنی اچھائی کے لیے صحیح راستہ اختیار کرنا چاہے اسے اس کی طرف رہنمائی مل جاتی ہے۔

وَ اللّٰہُ یَدۡعُوۡۤا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَ یَھۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۲۵﴾ (یونس:۲۵)

”اللہ سلامتی کے راستہ کی طرف آنے کے لیے دعوت دیتا ہے، وہ اپنے (قانون) مشیت سے سیدھے راستے کی رہنمائی عطا کرتا ہے۔“

انسانوں کو یہ دعوت رسولوں کی جانب سے ملتی تھی اور رسول یہ دعوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ آیات (وحی) کی بنا پر دیتے تھے۔

کَذٰلِکَ اَنۡزَلۡنٰہُ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰہَ یَھۡدِیۡ مَنۡ یُّرِیۡدُ ﴿۱۶﴾ (الحج:۱۶)

”اور دیکھو اس طرح ہم نے یہ کلام روشن دلیلوں کی شکل میں اتارا او اس لیے اتارا کہ اللہ جسے چاہتا ہے (کامیابی کی) راہ پر لگا دیتا ہے۔“

یہ ہے اللہ تعالیٰ کا وہ قانون مشیت جس کے مطابق جس کا جی چاہے ہدایت حاصل کر لے۔ جو اس قانون کی خلاف ورزی کرے گا اسے ہدایت نہیں مل سکے گی۔

وَ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وَّ بُکۡمٌ فِی الظُّلُمٰتِ ؕ مَنۡ یَّشَاِ اللّٰہُ یُضۡلِلۡہُ ؕ وَ مَنۡ یَّشَاۡ یَجۡعَلۡہُ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۳۹﴾ (الانعام:۳۹)

”اور (دیکھو!) جن لوگوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں (تو ان کا حال ایسا ہو گیا ہے گویا) بہرے گونگے تاریکیوں میں گم ہوں۔ اللہ جس کسی پر چاہے اس کی راہ گم کر دے، جسے چاہے کامیابی کی سیدھی راہ پر لگا دے۔ (اس نے جو اس بارے میں قانون مشیت ٹھہرایا ہے تم اسے بدل نہیں سکتے۔)“

سورۃ مدثر میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قانونِ مشیت کے مطابق کامرانی اور فلاح کی راہیں ان پر کھلتی ہیں جو اس کے قانون کی صداقت پر پورا پورا یقین رکھتے ہیں، جو شکوک وشبہات سے منافقت کی زندگی بسر کرتے ہیں انہیں صحیح منزل کی طرف صحیح رہنمائی نہیں مل سکتی۔

کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰہُ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ (المدثر:۳۱)

”اس طرح اللہ اپنے قانون مشیت کے مطابق جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہتا ہے ہدایت بخش دیتا ہے۔“

سورۃ النحل میں ہے:

وَ لَوۡ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَکُمۡ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّ لٰکِنۡ یُّضِلُّ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ لَتُسۡـَٔلُنَّ عَمَّا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۳﴾ (آیت:۹۳)

”اور (دیکھو!) اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا (یعنی مختلف طریقوں کا اختلاف ظہور میں نہ آتا) لیکن (اس نے ایسا نہیں چاہا) اس کی مشیت (کے قانون سے) کسی کی (کامیابی کی) راہ گم ہو جاتی ہے اور کسی پر اپنی مشیت سے کھول دیتا ہے۔ پھر یقیناً تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے کیسے کام کیے تھے۔“

اب اس آیت کے آخر میں یہ بات کھل کر ہمارے سامنے آگئی ہے کہ تم سے ہدایت اور ضلالت والے اپنے کاموں کی باز پرس ہو گی۔ وہ کام انسانوں کی اپنی چاہت سے اختیار کردہ ہوں گے تو باز پرس کا جواز ہو گا۔ اگر وہ کام اللہ تعالیٰ کی چاہت سے ہوں تو پھر باز پرس کیسی؟ یہ نہ صرف بے معنی ہو گا بلکہ ایک دوسرے سے متضاد بھی۔ اللہ تعالیٰ معاذ اللہ ایسی تضاد بیانیوں سے بالکل پاک ہے۔

لہٰذا اس آیت کا مفہوم یہی ہو گا کہ:

”اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ایسا ہوتا کہ سب انسان ایک ہی روش پر چلیں تو وہ انہیں دیگر مخلوق کی طرح مجبور پیدا کر دیتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اس نے انسان کو صاحبِ اختیار پیدا کیا تاکہ جس کا جی چاہے صحیح راستہ اختیار کر لے اور جس کا جی چاہے غلط راستے پر چلتا رہے۔ انسان کا یہی اختیار و ارادہ ہے جس سے یہ اپنے اعمال کا خود ذمہ دار قرار پاتا ہے۔ اسی لیے ہی اس سے باز پرس ہو گی کہ تو نے فلاں کام ایسا کیوں کیا تھا؟“

❁❁